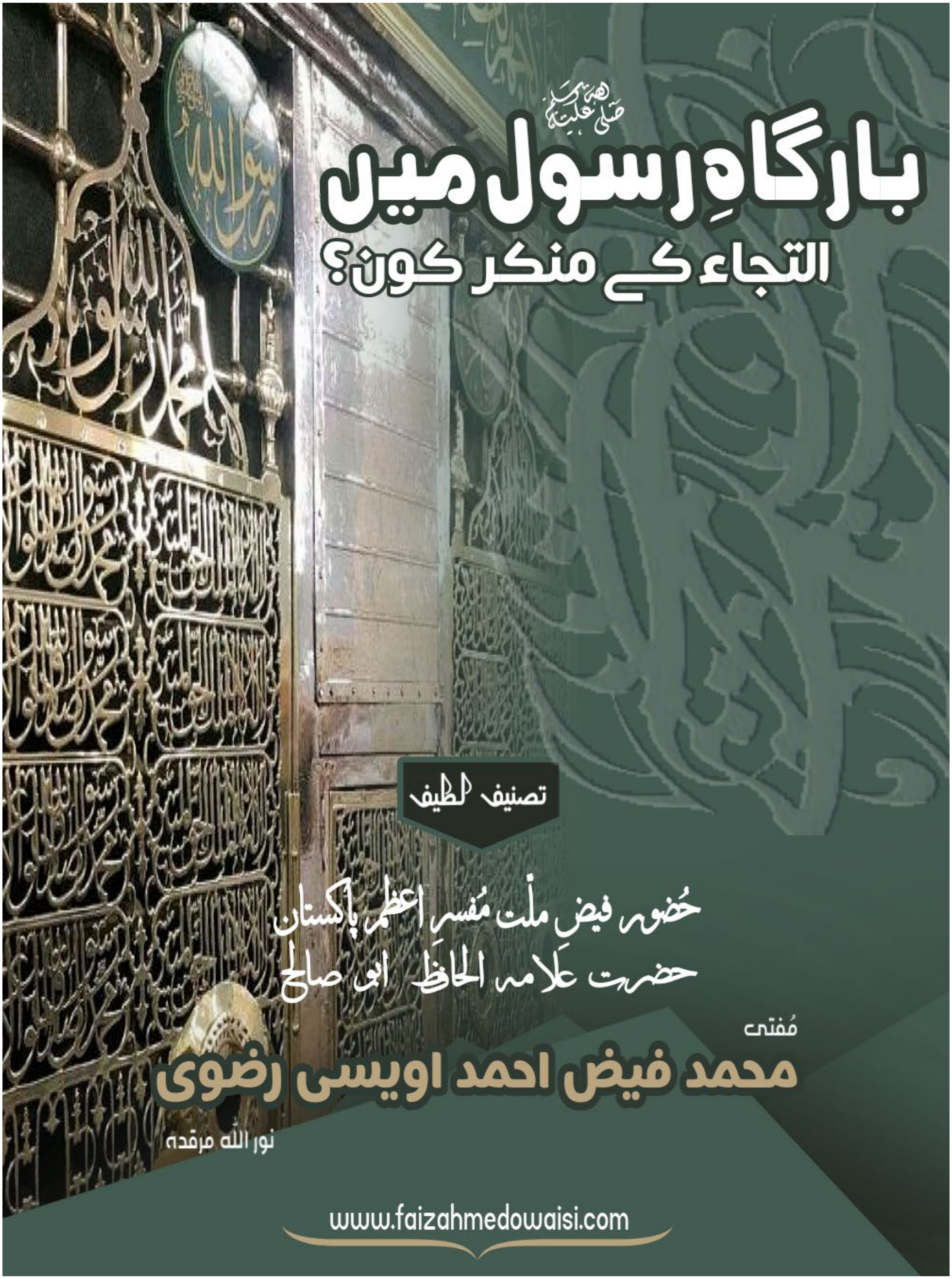


بارگاہِ رسول ﷺ میں
التجاء کے منکر کون؟

تصنیف لطیف

حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح

مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی
نور اللہ مرقدہ

www.faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں التجاء کے منکر کون؟

از

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملّت، مُفسرِاعظم پاکستان،خلیفہ مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی محدث بہاولپوری نور اللہ مرقدہ

نوٹ: اگر اس کتاب میں کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں تو برائے کرم مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر مطلع کریں تاکہ اُس غلطی کی تصحیح کرلی جائے ۔(شکریہ)

admin@faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡم

پیش لفظ

ہمارے دور میں مفتیانِ شرک نے فتاوٰئ شرک کو اتنا عام کیا ہے کہ بات بات پر مشرک۔ گویا ان کے فتاوٰے شرک سے عالمِ اسلام کے تمام لوگ مشرک ہیں اور ہے بھی حقیقت کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کے امام و مقتدا ابنِ تیمیہ کی تصانیف اور ان کے نام لیواؤں کے طرزِ عمل وگُفتار سے تمام مسلمانوں کو معلوم ہے کہ یہ شرک کے مفتی ہم سب کو مشرک کہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا:

وَاللّٰهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي

یعنی خدا کی قسم اے امتیو! مجھے تم سے یہ خطرہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کروگے۔(بخاری و مشکٰوۃ)

اور ساتھ ہی فرمایا کہ

وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا [1]

یعنی لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم دنیوی اُمور میں بہت زیادہ منہمک ہو جاؤگے۔(بخاری و مشکوۃ)

---

[1] قارئینِ کرام مکمل حدیث بمع ترجمہ یہ ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے {اُحد پہاڑ کے پاس پہنچے} پھر آپ نے اہلِ اُحد یعنی شہداءِ اُحد کی {قبروں پر} نمازِ جنازہ پڑھی پھر آپ منبر کی طرف تشریف لائے {منبر پہ جلوہ فرما ہو کے} آپ علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا بے شک میں تمھارے لیے پیشِ خیمہ ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم میں اِس وقت بھی اپنے حوضِ کوثر کو یہیں سے دیکھ رہا ہوں اور یہ کہ یقیناً مجھے زمین کے خزانوں یا زمین کی چابیاں {راوی کو شک ہے} عطا کی گئی ہیں۔ اور اللہ کی قسم مجھے تم سے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کروگے اور لیکن مجھے تم پر اس بات کا خوف ہے کہ تم دنیا میں بہت زیادہ منہمک ہو جاوگے۔)(مدنی)

صحيح البخاري ، كتاب المناقب ، باب علامات النبوة في الإسلام ،2408/5، الحديث:6218، دار ابن كثير ،سنة النشر : 1414ھ/1993م

صحيح مسلم » كتاب الفضائل » باب إثبات حوض نبينا صلى الله عليه وسلم وصفاته، 1795/4، الحديث: (2428) -2296، دار إحياء الكتب العربية

مسند الإمام أحمد » مسند الشاميين » حديث عقبة بن عامر الجهني عن النبي صلى الله عليه وسلم ، 149/4، الحديث:16893، دار إحياء التراث العربي، سنة النشر : 1414ھ/1993م

{۱} یہ دو معجزے آج ہمارے سامنے ہیں۔ اُمتِ رسول سے شرک کرنے کا تصور تک نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قسم کھا کر یہ ارشادِ گرامی سُنایا ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ آسمان زمین پر آجائے، زمین آسمان پر چلی جائے اور کائنات مٹ کر فنا ہو جائے، ہو سکتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس کا فیصلہ کبھی خلاف نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ (پ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۳،۴)

ترجمۂ کنزالایمان : وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے: **گفته او گفته الله بود — اگر چه ازحلقوم عبد الله بود**

ہاں تیسرا معجزہ بھی قارئین یاد رکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "ایک قوم پیدا ہو گی جو میری اُمت کو مشرک کہے گی"۔

(تفسیر ابنِ کثیر تلمیذ (شاگرد) ابنِ تیمیہ)

الحمد للہ یہ معجزہ ہمارے دور میں پیدا ہوا ہے اور اتنا واضح ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو ہمیں مشرک کہتے ہیں، ان کے منجملہ فتاویٰ کے ایک فتویٰ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دنیا و آخرت کی کسی مشکل کے حل کی التجا کرنا شرک ہے اور ان سے اپنی مغفرت کی خاطر طلبِ دعا (دعا کی التجا کرنا) شرک ہے۔

یادرہے کہ یہ عقیدہ مشرک گروں کو منافقین سے ورثہ میں ملا ہے اورالحمد للہ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وراثت نصیب ہے۔اسی کی وضاحت کے لئے فقیر کا تحفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

گرقبول افتد زہے عزو شرف۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** غفرلہٗ

بہاولپور۔پاکستان

۸ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

------------*

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

امابعد! مخالفینِ کمالاتِ مصطفٰے ﷺ، ہم اہلِ سنت کو مشرک کہنے کی ایک وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ لوگ حضور ﷺ کو حاضر وناظر جان کر مدد کے لئے پکارتے ہیں۔

یارسول اللّٰہ ﷺ: مخالفین کے جواب کے لئے اہلسنّت کے بیشمار رسائل و تصانیف شائع ہو چکی ہیں اور شائع ہو رہی ہے۔ منجملہ ان کے فقیر کی ضخیم تصنیف "ندائے یارسول اللہ ﷺ" بھی ہے جو عرصہ سے شائع ہوتی چلی آرہی ہے۔

دلیل: اس مسئلہ میں ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حلِّ مشکلات اور ان کی آخرت میں نجات کے لئے وسیلہ رسول اللہ ﷺ کا دروازہ دکھایا ہے چنانچہ فرمایا:

وَلَوۡ اَنَّہُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ جَآءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَہُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا۔

[پ ۵، سورۃ النساء، آیت ٦۴]

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شَفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجرموں کے لئے فرمایا کہ وہ مایوس نہ ہوں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی معروضات (درخواستیں) پیش کریں۔ آپ ﷺ اگر کسی کے لئے سفارش کرینگے تو میں اسے ضرور بخش دوں گا اور مراد بھی پوری کروں گا۔

قاعدہ: اسلام و قرآن کا قاعدہ ہے کہ قرآن کے نازل شدہ احکام عام ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ کے زمانۂ پاک سے لے کر تا قیامت وہی احکام جاری رہیں گے۔

نکتہ: آیت میں " جَآءُوۡکَ " میں بھی حکمِ عام ہے کہ مجرم آپ کی ظاہری زندگی میں حاضر ہوں، بعدِ وصال گنبد مبارک پر حاضر ہوں یا دور کی مسافت پر عرض کریں۔

اجماعِ اُمّت

آیتِ مذکورہ بالا کے معنٰی و مطلب پر گویا اُمّت کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے لے کر تا حال ہر اُمتی جالی مبارک کے سامنے یہی آیت تلاوت کر کے اپنی بخشش اور شفاعت کی طلب زاری کرتا نظر آتا ہے۔ محدّثین و مفسّرین نے چند ایسے واقعات کے چشم دید بھی بیان فرمائے ہیں

کہ جن میں مزار سے بخشش کی نوید سُنائی گئی اور بعض واقعات باسند کتبِ معتبرہ مثلاً "وفاءُ الوفاء" و "جَذبُ القلوب" وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ ابنِ کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت نقل کئے ہیں۔

نجدی مذہب

اجماع کے خلاف نجدی اس آیت کے لئے جواب دیتے ہیں کہ یہ حکم حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں تھا۔(معاذاللہ)

غیر مقلدین

غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے چنانچہ ان کے مولوی محمد جوناگڑھی نے تفسیر ابنِ کثیر کے ترجمہ میں اسی آیت میں اپنی طرف سے تصریح کر دی کہ یہ حکم حضور ﷺ کی زندگی میں تھا۔

لطیفہ: یہ نجدیوں وہابیوں کا ایک بہانہ ہے اور اپنے گندے عقیدے کا اظہار کہ حضور ﷺ نہ زندہ ہیں اور نہ وسیلہ ہیں اور نہ ہی کسی کے لئے کچھ کرسکتے ہیں۔اہلسنّت نے ان کے جواب میں فرمایا ہے کہ اگر اس آیت کا یہی مطلب ہے تو سارا قرآن حضور ﷺ (کے زمانے) تک ہو، آنے والے زمانوں کے لوگوں کو احکام سے چھٹی۔مثال کے طور پر "وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ"[2] "اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ"[3] وغیرہ وغیرہ۔

اہمیت اِستِغفارِ نُبوّت

واقعی رسول اللہ ﷺ کے (اُمّت کے حق میں) اِستغفار کو بہت بڑی اہمیت ہے اسی سے امّت کی مشکلیں حل ہوتی ہیں اور گناہ معاف ہوتے ہیں اور اسی سے قیامت و قبر میں بخشش و نجات ہوگی۔گویا نبوی اِستغفار مومن کی ایسی ضرورت ہے جس سے وہ کسی مرحلہ پر بھی بے نیاز نہیں رہ سکتا،مرنے سے پہلے اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد قبر میں بھی اسے اس کی ضرورت رہتی ہے۔اسے حکم ہے کہ خود بھی اپنے لئے اِستغفار کرے دوسروں سے بھی کرائے اور خود بھی دوسروں کے لئے استغفار کرے،گویا دعاءِ مغفرت کو ایک دائرے کی شکل دے دی گئی ہے کہ پوری اُمّت اس دائرے کے اندر رہے اورزندہ لوگ ایک دوسرے کے لئے اور آنے والے،جانے والوں کے لئے دعاءِ مغفرت کرتے رہیں اور رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ بنا کر مشکلات حل کرتے رہیں۔

---

[2] {پ۲سورۃالبقرۃ آیت۴۳} **ترجمۂ کنزالایمان:** اور نماز قائم رکھواور زکوٰۃ دو۔

[3] {پ۲سورۃالبقرۃ آیت۱۸۷} **ترجمۂ کنزالایمان:** رات آنے تک روزے پورے کرو۔

آیاتِ قرآن

قرآن پاک میں اہلِ ایمان کو حکم ہے کہ سب کے لئے یوں دعاءِ مغفرت کریں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ [پ ۱۳، سورۃ اِبراھیم، آیت ۴۱]

ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہو گا

یعنی اے اللہ! حساب کتاب والے دن، میری اور میرے ماں باپ کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرما۔ یہ تو عوامِ اسلام کے اِستغفار کا حال ہے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اِستغفار کا کیا حال ہو گا۔

فائدہ: یہ دعا انفرادی اور اجتماعی صورت میں، تلاوتِ کلام پاک کے دوران اور ہر نماز میں بار بار مانگی جاتی ہے۔

قرآن پاک ہی میں بتایا گیا ہے کہ استغفار کرنا اہلِ ایمان کا شیوہ ہے بلکہ ان کے ایمان کا تقاضا ہے وہ اپنے مرنے والوں کو بھولتے نہیں ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ [پ ۲۸، سورۃ الحشر، آیت ۱۰]

ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے

فائدہ: یہ عام اِستغفار کا حال ہے جو اہلِ ایمان اپنے لئے یا ایماندار بھائیوں، دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے کرتے ہیں اور (جو اِستِغفار) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی اُمّت کے کسی فرد کے لئے کرتے ہیں تو اس کی شان ہی نرالی ہے اور اس کی اہمیت اور اس کے حیرت انگیز اثرات اور نتائج کا کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے جب کسی کو یہ نعمت مل جاتی تھی تو وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان تصور کرتا تھا اور باقی لوگ اس پر رشک کرتے تھے اور اس جستجو میں رہتے تھے کہ انہیں بھی یہ نعمتِ عظمیٰ میسّر آ جائے۔

استغفارِ نُبُوَّت کی خصوصیّت

اللہ تعالیٰ بندوں کی توقُّعات سے بڑھ کر مہربان و کریم ہے، وہ {بندے} اپنے محدود ذہن کے ساتھ اس کی رحمت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اُس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے محبوب کو بھی سراپا کرم بنایا ہے اور ان کے قلبِ انور میں اُمّت کے لئے بے پایاں شفقت و محبت بھر دی ہے اسی وجہ سے صحابہ کرام بھی آپ کے گرویدہ و عاشق ہو گئے تھے اور آگے بڑھ بڑھ کر جانیں نچھاور کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ [پ ۴، آل عمران، آیت ۱۵۹]

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے۔

یعنی یہ اللہ کی خاص رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم مزاج و سراپا کرم اور مہربان و شفیق ہیں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی عطاکردہ اسی شفقت و محبت کی وجہ سے حضور ﷺ اُمت کی بھلائی، خیر وبرکت اور مغفرت و بخشش کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے تھے۔

شفقت ہی شفقت

بڑی بات یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے رحیم و کریم دل میں اُمت کے لئے رحمت کے جذبات پیدا کئے اور قلبِ اطہر کو شفقت سے بھر دیا۔ پھر خود ہی حکم دیا کہ اب آپ ﷺ ان بے سہارا گناہ گاروں کے لئے ہمارے دربار میں استغفار کریں یعنی دعا کریں کہ یااللہ! ان کے گناہ بخش دے اور خود بھی ان کو معافی عطا کریں۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ [پ ۴، آل عمران، آیت ۱۵۹]

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو

گنہگارو نہ گھبراؤ: گناہ گاروں کو حکم دیا کہ وہ حضور ﷺ کے دربار میں آئیں اور ان سے استغفار کرائیں جب حضور ﷺ ان کے حق میں دعائے خیر فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ وہ ان کے گناہ بخش دے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

. [پ ۴ ، سورۃ النسآء، آیت ۶۴]

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

فائدہ: حضور ﷺ کی اِستغفار کی اہمیت کا اندازہ اس پہلو سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ گناہ گاروں، بے سہاروں کو بخشنے کے لئے خود اللہ نے اس کی نشان دہی کی ہے اور بتایا ہے کہ حصولِ بخشش کے لئے وہ طریقہ اپنائیں تاکہ جب ان کی بخشش ہو اور حضور کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمادے اور توبہ قبول کرلے تو انہیں پتہ چل جائے کہ حضور ﷺ کی بارگاہِ خداوندی میں کتنی عزت ہے اور اللہ کے ہاں آپ کتنی شان و وجاہت کے مالک ہیں۔

مقامِ نبوّت دنیا وآخرت میں

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ایسا مہربان ورحیم دل دیا ہے جس میں ساری اُمّت کے لئے شفقت و محبت بھری ہوئی ہے اس میں کسی فرد، کسی دور یا زمانے کی تخصیص نہیں۔ آپ ساری اُمّت ہی کی بھلائی، نجات، مغفرت اور کامیابی چاہتے ہیں؛

قرآن پاک نے بتایا ہے جو چیز بھی اُمّت کے لئے اذیّت رساں اور تکلیف دِہ ہو وہ آپ کو ناگوار گزرتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾

[پ ١٠، سورۃ التوبۃ، آیت ١٢٨]

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گِراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

اِزالۂ وھْم: یہ رحمت و شفقت اُمّت کے کسی طبقے اور دور کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ پہلے دور کے لوگ جس طرح اس کے دھارے سے فیض یاب ہوئے بعد میں آنے والے بھی اسی طرح سے سیر اب ہو رہے ہیں اور رحمت و اِستغفار کا فیض ان کو بھی پہنچ رہا ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلے دور کے گناہ گار آپ کے دربار میں آئیں تو آپ ان کے لیے اِستغفار فرمادیں اور بعد والے اس سے محروم رہیں، یہی وجہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اور آج تک کی اُمت نے سورہ النساء کی آیت نمبر ٦٤ سے یہی سمجھا ہے کہ اپنے در پر آنے والے گناہ گاروں کے لئے جس طرح آپ ﷺ پہلے استغفار فرماتے تھے اب بھی فرماتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

واقعات کی روشنی میں

ذیل میں فقیر زمانہ نبوی ﷺ سے لے کر تا حال کے چند واقعات عرض کرتا ہے۔

حکایتِ اَعرابی: ایک عاشقِ صادق اَعرابی دشوار گزار راہوں کو عبور کرتا ہوا طویل مسافت طے کر کے مدینہ طیبہ پہنچا، منزلِ مقصود پر پہنچ کر وہ راستے کی مشکلات اور تکلیفوں کو بھول گیا کہ اب اس کے درد کا درماں (علاج) ہو جائیگا لیکن جب اسے پتہ چلا کہ حضور ﷺ کا وصال شریف ہو گیا ہے تو صدمہ سے نڈھال ہو گیا۔ مگر وہ مایوس ہو کر واپس نہیں گیا بلکہ حضور ﷺ کی قبرِ انور پر حاضر ہوا بڑے دل گداز انداز میں عرض گزار ہوا، یارسول اللہ ﷺ! خدائے برتر نے آپ پر قرآن پاک اُتارا جس میں یہ آیت ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

[پ ٤، سورۃ النسآء، آیت ٦٤]

ترجمۂ کنزالایمان اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں

یارسول اللہ ﷺ! میں گناہوں کا پُشتارہ {بوجھ، ڈھیر، انبار} لے کر حاضر ہو گیا ہوں اب آپ بھی میرے لئے دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرمادے۔

پھر اس نے بڑے دردانگیز لہجے میں یہ اشعار پڑھے :

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ [4]

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ النساء، آیت ٦٤)

ترجمہ: اے سب سے بہتر اور سراپا خیر و برکت رسول پاک ﷺ، جو اس جگہ مدفون ہیں اور ان کی خوشبو سے گردوپیش کی ساری زمین ٹیلے اور میدان مہک اُٹھے ہیں۔ اس قبر منور پر میری جان قربان! جہاں آپ سکونت پذیر ہیں۔ بے شک اسی میں طہارت و عفّت اور کرم و سخاوت کی ساری شانیں موجود ہیں۔

وہ درد و سوز میں ڈوبے ہوئے لہجے میں اپنی عقیدت و نیاز مندی کا اظہار اور آخر میں دعا کرکے چلا گیا۔ ایک بزرگ حضرت عتبی رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت وہاں موجود تھے اُن پر غنودگی کی کیفیت طاری ہوئی، حالتِ مراقبہ و خواب میں انہیں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے حکم دیا:

"يَا عُتْبِيُّ ، الْحَقِ الْأَعْرَابِيَّ فَبَشِّرْهُ أَنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَهُ ."[5]

(وفاالوفاء، خلاصۃ الوفاء، جذب القلوب اور تفسیر ابنِ کثیر)

یعنی اے عتبی! اس زائر اَعرابی کو جاکر بشارت دے دو کہ اس کا آنا رائیگاں نہیں گیا بے شک اللہ نے اس کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔

نوٹ: اس قسم کے مزید واقعات فقیر کی کتاب "محبوبِ مدینہ اور ندائے یارسول اللہ" پڑھیئے۔

فوائدوعقائد

(١) تابعی صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے جو کام کرے یا عقیدہ صحیحہ کا اظہار کرے اور صحابہ کرام اسے منع نہ فرماویں وہ عمل و عقیدہ شرعاً مُستنَد ہے۔

(٢) رسول اللہ ﷺ زندہ بحیاتِ حقیقی ہیں جیسے تابعی اَعرابی نے ظاہر کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے توثیق فرمائی۔

(٣) آپ ﷺ ہر اُمّتی کا حال جانتے، سُنتے ہیں اور اس کی مشکل بھی حل فرماتے ہیں۔

(٤) حضور ﷺ کے مزار کی زیارت کے لئے سفر کرنا اور وہاں آکر مشکلات کا سوال کرکے مشکل حل کرانا {جائز ہے}

جس کو تفصیل درکار ہو وہ مزید کتبِ اہلسنّت کا مطالعہ فرمائے۔

---

4) تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۃ النساء، تفسیر قولہ تعالی "وما أرسلنا من رسول إلا ليطاع بإذن الله".348/2، دار طيبة، سنة النشر: 1422ھ/2002م

5) ایضاً

وفاء الوفا، 1361/4

خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، الباب الثاني في فضل الزيارة والمسجد النبوي ومتعلقاتهما، ص118، بكس بىلشرز، بيروت

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا عمل

قرآن فہمی و شرع دانی جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوئی ویسی نہ کسی غوث، قطب کو اور نہ ہی کسی مجتہد کو نصیب ہوئی۔ کیونکہ انہیں علم نگاہوں سے نصیب، نہ کہ کتابوں سے، اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے قریب تر تھے۔ صحبتِ نبوت اور قرآنی آیات کی روشنی نے انہیں اس حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا کہ حضور ﷺ جس کے لئے اِستغفار کر دیں اس کے لئے رحمت و مغفرت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اس کی بخشش کا سامان ہو جاتا ہے اس حقیقت سے آگاہ ہو جانے کی وجہ سے ان کی شان یہ تھی کہ اگر حضور ﷺ کسی میت کے لئے اِستغفار کر دیتے تھے تو ان کے دل میں یہ آرزو مچلنے لگتی تھی کہ کاش! اس میت کی جگہ وہ ہوتے۔ گویا حصولِ اِستغفار کے لئے وہ موت کو بھی گلے لگانے کے لئے تیار رہتے تھے۔

واقعاتِ صحابہ رضی اللہ عنھم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو التجاء بارگاہِ رسول ﷺ سے وافر حصہ نصیب ہوا۔ چند نمونے حاضر ہیں:

(۱) حضور ﷺ نے ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ایک دستہ روانہ کیا جس میں حضرت ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ مسلمانوں نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن امیر لشکر حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بُری طرح زخمی ہو گئے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے وہ اپنا گھٹنا تھام کر بیٹھے ہوئے تھے اُنہوں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس نے میرے گھٹنے پر تیر مارا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف لپکے، وہ آگے آگے بھاگ نکلا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بڑے بے غیرت اور بزدل ہو، کمینے تجھے شرم نہیں آتی بزدلوں کی طرح بھاگ رہے ہو، ذرا ٹھہرو تو سہی کیا تم عرب نہیں ہو؟ ان کے نام کو بٹہ {عیب} کیوں لگا رہے ہو؟ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں سُن کر وہ رک گیا اُنہوں نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا پھر وہ حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے ان کے گھٹنے سے تیر نکالا، ساتھ ہی خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے میرا آخری وقت آ گیا ہے حضور ﷺ کے پاس پہنچ کر عرض کرنا کہ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں، یہ وصیت کی اور وہیں شہید ہو گئے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت آپ ﷺ تک پہنچا دی۔ آپ نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ أَوْ مِنَ النَّاسِ

ترجمہ: اے اللہ !ابو عامر کو بخش دے {آپ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے} یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سپیدی(رنگت) دیکھی پھر کہا اے میرے پروردگار قیامت کے دن بہت سے لوگوں یا اپنی مخلوق پر اسے فوقیت عطا فرما۔ جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحمت کی ارزانی{کثرت} دیکھی تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ!میرے لئے بھی دعا فرمائیں۔ آپ نے ان کی آرزو کو بھی شرفِ قبولیت بخشا اور یوں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا [6]

ترجمہ: اے اللہ عبد اللہ بن قیس کے گناہ بخش دے اور اِسے قیامت کے دن عزت والے گھر میں داخل فرما۔

فائدہ: رحمت و مغفرت کی یہ فراوانی دیکھ کر صرف حضرت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل ہی میں دعا کرانے کا جذبہ پیدا نہیں ہوا بلکہ سبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس جذبے میں شریک تھے اور اسی قسم کے جذبات رکھتے تھے بلکہ ایسی حسین دعا کے حصول کے لئے مرنے کی تمنا بھی کرنے لگ جاتے تھے۔

(۲)حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَاعْفُ عَنْهُ وَعَافِهِ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِمَاءٍ وَثَلْجٍ وَبَرَدٍ وَنَقِّهِ مِنْ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنْ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَقِهِ عَذَابَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ [7]

ترجمہ: آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نمازِ جنازہ کی ادائیگی پر دعا فرماتے ہوئے سنا، اے اللہ!اسے بخش دے، اس پر رحم کر، اس کو معاف فرما، اسے امن وعافیت سے نواز، اس کی باوقار ضیافت فرما، اس کی رہائش گاہ کو کشادہ کردے اور اسے یخ بستہ وٹھنڈے پانی کے ساتھ دھو ڈال، اسے گناہوں سے پاک کردے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے پاک کردیا جاتا ہے، اسے دنیا کے گھر سے بہتر گھر اور یہاں کے اہل وعیال سے بہتر اہل وعیال اور دنیا کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما اور اسے قبر اور آگ کے عذاب سے بچا۔

---

6) یہ الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔ بخاری شریف کے الفاظ میں تھوڑا فرق ہے۔

صحيح البخاري ، كتاب المناقب ، باب علامات النبوة في الإسلام .2408/5 .الحديث:6218 .دار ابن كثير .سنة النشر : 1414هـ/1993م

صحيح مسلم ، كتاب فضائل الصحابة ، باب من فضائل أبي موسى وأبي عامر الأشعريين رضي الله عنهما .1944/4 . الحديث : (4554)2498 . دار إحياء الكتب العربية

7) یہ الفاظ نسائی شریف کے ہیں۔ مسلم شریف اور مسند احمد وغیرہ کے الفاظ میں تھوڑا فرق ہے۔

سنن النسائي ، كتاب الجنائز ، الدعاء .73/4 .الحديث:1983 .مكتب المطبوعات الإسلامية .1414هـ/1994م

صحيح مسلم ، كتاب الجنائز ، باب الدعاء للميت في الصلاة .663/2 . الحديث : 963 .، دار إحياء الكتب العربية

مسند الإمام أحمد ، باقي مسند الأنصار ، حديث عوف بن مالك الأشجعي الأنصاري رضي الله عنه .23/6 .الحديث:23455 .دار إحياء التراث العربي .سنة النشر : 1414هـ/1993م

اللہ اللہ دعا کیا تھی ،انوار ورحمت کی موسلا دھار بارش تھی ،الفاظ کی صورت میں حضور ﷺ نے اس خوش قسمت میت پر ساری شفقتوں کے دریا بہادیئے۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ،دعا کا یہ انداز دیکھ کر میں بے قرار ہوگیا۔

فَتَمَنَّيْتُ أَنْ لَوْ كُنْتُ الْمَيِّتَ لِدُعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِذَلِكَ الْمَيِّتِ [8]

ترجمہ: میرے دل میں یہ آرزو مچلنے لگی کہ کاش! اس میت کی جگہ میں ہوتا {اور اس دعا کی یہ تمام برکتیں سمیٹتا} جو رسول اللہ ﷺ نے اُس میت کے حق میں فرمائی ۔

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ عادتِ کریمہ بھی تھی کہ جب محسوس کرتے کہ ان سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہے تو فوراً دربارِ رسالت ﷺ میں عرض کرتے :

"اِستغفِر لِی یَارسولَ اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم " یعنی اے میرے آقا ﷺ !میرے لئے اِستغفار فرمادیجئے۔

حالانکہ وہ خود بھی استغفار کرسکتے تھے مگر حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مغفرت یقینی ہو جائے۔

ہر مشکل کا حل

یہ نمونے صرف اس موضوع کے لئے پیش کئے گئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ یہی تھا کہ ہر مشکل کا حل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے اس مشکل کا حل یقینی ہے اسی لئے وہ اپنی بخشش کے لئے نبیٔ پاک ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے لیکن منافقین بدبخت اسی طریقہ وعقیدہ سے گریزاں رہتے بلکہ اسے شرک گردانتے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی اِطاعت کو بھی شرک کہتے۔ معاذ اللہ ، اس کی تفصیل آگے آتی ہے یہاں چند اور نمونے پیش کرتا ہوں جن سے ثابت ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی ہر مشکل کا حل ذاتِ رسول ﷺ کو سمجھتے تھے۔

سیدنا راجز اسلمی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

حضور ﷺ اپنی زوجہ مکرمہ سیّدہ میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی باری کی رات میں ٹھہرے تو آپ ﷺ رات کو تہجد کے واسطے اُٹھے۔ آپ فرماتی ہیں کہ نماز کے واسطے وضو کرتے وقت اسی مقام میں بیٹھتے ہوئے میں نے سُنا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "لبّیکَ لبّیکَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ" تین مرتبہ فرمایا یعنی 'میں تیرے پاس پہنچا میں تیرے پاس پہنچا، تُو امداد کیا گیا تُو امداد کیا گیا' تین دفعہ فرمایا اوراپنے وضو کرنے کے مقام میں تشریف فرماہیں، کہیں دوسری جگہ گئے بھی نہیں اور نہ ہی اس جگہ سے غائب ہوئے۔ تو جب آپ ﷺ اس جگہ سے علیحدہ ہوئے تو میں نے

8) سنن النسائي، كتاب الجنائز ، الدعاء، 73/4، الحديث: 1983، مكتب المطبوعات الإسلامية، 1414هـ/1994م

عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے ایسے سُنا ہے کہ آپ ﷺ وضو کرنے کے مقام پر بیٹھے ہی فرمارہے تھے "لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ" تین دفعہ فرمایا گویا آپ ﷺ کسی انسان سے کلام فرماتے ہیں کیا حضور ﷺ کے پاس کوئی تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ راجز مجھ سے فریاد کرتا ہے۔[9]

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرو بن سالم راجز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش قتل کرنا چاہتے تھے تو وہ مکے سے نکلے اور مدینہ طیبہ کا راستہ اختیار کیا جب ان کو مصیبت پڑی تو وہ عمرو بن سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کو غائبانہ پکارتے اور آپ اس کی امداد فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ راستے میں زبردست دشمن کے گھیرے میں آگئے تو اس عمرو بن سالم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کو پُکارا اور فریاد کی کہ حضور مجھے بچایئے ورنہ دشمن قتل کردیگا تو اُس وقت آپ ﷺ اپنی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کے گھر وضو فرمارہے تھے تو وہیں مدینہ طیبہ میں مقامِ وضو میں بیٹھے ہی لبّیکَ فرماکر راجز کے پاس اپنی حاضری کا ثبوت دیا اور نُصِرتَ سے اس کی امداد فرماکر اس کو دشمن سے بچالیا اور اپنی امداد کی راجز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی دی چنانچہ راجز صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ سے استمداد اور آپ نے اپنی امدادِ غائبانہ کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے بھی بیان فرمایا جب حضرت عمرو بن سالم راجز رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائبانہ امداد سے مدینہ طیبہ پہونچے تو اُنہوں نے چند اشعار عرض کئے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو:

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا أَلْبَدَا وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَأْتُوا مَدَدًا [10]

(الاستعیاب، ج ۲، صفحہ ۲۴۶، الاصابہ، جلد ۴، صفحہ ۲۹۷، بیہقی، جلد ۱، صفحہ ۲۳۴)

تو اے رسول اللہ ﷺ میری ہمیشہ ہمیشہ مدد کیجئے۔

مزید تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "ندائے یارسول اللہ" کا مطالعہ کیجیے۔

---

9) عربی متن اس طرح ہے: حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاتَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا ، ثُمَّ قَامَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ فَسَمِعَتْهُ يَقُولُ فِي مُتَوَضَّئِهِ : "لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ" ، ثَلَاثًا ، الخ

المعجم الكبير ، مسند النساء ، ذكر أزواج رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ميمونة بنت الحارث ، علي بن الحسين عن ميمونة.344/23.الحديث:1052.مكتبة ابن تيمية

10) لہذا (اے مسلمان!) اللہ کے بندوں کو (مدد کے واسطے وسیلہ کے طور پر) پکار اس لئے کہ بندگانِ خدا (اللہ کی عطا سے) مدد کو پہنچتے ہیں۔ (بقیہ اشعار میں گو الفاظ مختلف ہیں مگر مفہوم سب کا ایک جیسا ہے قبلہ شیخ القرآن علیہ الرحمۃ نے اپنے موقف کو مزید پختہ کرنے کے لئے یہ اشعار ذکر فرمائے ہیں۔ مدنی)

الإستيعاب في معرفة الأصحاب ، باب حرف العين ، باب عمرو ، حديث : عمرو بن سالم بن كلثوم الخزاعى .ص1175.الحديث:1916. دار الجيل

الإصابة في معرفة الصحابة ،باب حرف العين ،باب عمرو ،حديث: عمرو بن سالم بن كلثوم الخزاعي ،ص510.الحديث:1810.دار الاعلام .الطبعة الاولى 1443هـ.2002م

السنن الكبرى للبيهقي ، كتاب السير ، جماع أبواب الشرائط التي يأخذها الإمام على أهل الذمة وما يكون منهم نقضا للعهد ، باب نقض أهل العهد أو بعضهم العهد ، 234/9.الحديث:18286.دار المعرفة

البداية والنهاية ، سنة ثمان من الهجرة النبوية ، غزوة الفتح الأعظم » دخول النبي مكة.508/6.دار عالم الكتب.سنة النشر : 1424هـ/2003م

انتباہ: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر شریعت فہم کون ہو سکتا ہے؟ جب اُنہوں نے دکھ درد اور مصیبت کے وقت یارسول پکارا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے، اسی لئے ہم اہلسنّت کہتے ہیں:

بیٹھتے اُٹھتے مدد کے واسطے یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا {الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ}

سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے نعت خواں تھے۔ آپ ﷺ کی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خصوصی نوازشات تھیں۔
جسے فقیر نے تفصیل سے اپنی تصنیف "نعت خوانی پر انعامِ نبوی ﷺ" میں لکھا ہے ان کے اشعار ذیل پڑھیئے اور مسلکِ حق اہلسنّت پر مُستحکم و مضبوط رہیے۔

رَسولُ اللهِ ضاقَ بِي القَضاء وَجَلَّ الخَطبُ وَاِنقَطَعَ الاِخاء
وَجاهَك يا رَسولُ الله جاه رَفيعُ ما لِرِفعَتِه اِنتِهاء
وظنی فیک یاطٰه جمیل الجود یعهد والسخآء
رَجَوتُكَ يا اِبنَ آمِنَةَ لِاِنّي مُحِبّ وَالمُحِبّ لَهُ رَجاء
كَم لَكَ يا رَسولُ اللهِ فَضل تَضيقُ الاِرضَ عَنهُ وَالسَماء

(کذا فی مواهب لدنیه للقسطلانی شارحِ بخاری)

نابغہ جعدی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے نعت خوانی پر خوب انعام پائے۔ ایک دکھ درد کے وقت ان کی فریاد کا ایک شعر:

أيا قبر النبي وصاحبيه ألا يا غوثنا لو تعلمونا [11]

نوٹ: مخالفین تو رسول اللہ ﷺ سے فریاد کو شرک بتاتے ہیں لیکن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور (مزار پر فریاد کررہے ہیں) انصاف سے کہئے کہ ہم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مانیں یا وہابی کی۔؟؟؟

---

11) "اے نبی ﷺ اور آپ کے دو صاحبوں کی قبر! اے ہمارے مدد گار! کاش آپ ہماری (حالتِ زار) جان لیں!" مدنی

شعب الإيمان للبيهقي، باب في المناسك/فضل الحج والعمرة، 495/3، الحديث: 4177، دار الكتب العلمية، بيروت

تعلیم رسول علیہ السلام

خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمّت کو اپنے سے التجا کی تعلیم دی۔ اس پر نابینا صحابی والی روایت بطور دلیل کافی ہے۔

حدیثِ نابینا صحابی

مروی ہے کہ ایک نابینا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر طالبِ دعا ہوئے۔ اُن کو یہ دعا ارشاد ہوئی:

اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى، اَللّٰھُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ [12]

(اس حدیث کی اسناد ہم آگے لکھتے ہیں۔)

ترجمہ : اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور محمد عربی ﷺ کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں جو کہ نبی رحمت ہیں، یا محمد ﷺ میں آپ کے ذریعے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ حاجت پوری ہو، اے اللہ میرے لئے حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔

فوائد: اس حدیثِ پاک کے فوائد تو آگے عرض کروں گا پہلے اس کی صحت کا سنیئے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ حدیث ضعیف ہے۔"صحاح ستہ" اور دوسری مستند کُتُبِ اَحادیث میں بااسنادِ صحیح (صحیح سندوں کے ساتھ) یہ حدیث پاک مروی ہوئی چنانچہ ملاحظہ ہو۔

امام نسائی وامام ترمذی وابنِ ماجہ وحاکم و بیہقی و امام الآئمہ ابنِ خزیمہ و امام ابو القاسم طبرانی رحمھم اللہ تعالی نے حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے بشرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور امام عبد العظیم منذری وغیرہ، آئمہ نقد و تنقیح نے ان کی تصحیح کو مسلّم و مقرّر رکھا۔

مندرجہ ذیل کتب میں مُستنَد محدّثین کرام رحمھم اللہ تعالی نے اس روایت کو لیا اور اس کی صحت کو مانا۔

{شفاء السقام، امام علامہ بقیۃ المجتھدین الکرام تقی الملۃ والدین ابو الحسن علی سبکی }و {مواھب لدنیہ ،امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری }و {شرح مواھب، علامہ زرقانی }و {مطالع المسرات، علامہ فاسی }و {مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، علامہ علی قاری }و {لمعات واشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و جذب القلوب الی دیارِ المحبوب

---

12) سننِ ابنِ ماجه، كِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَالسُّنَّةِ فِيهَا، بَابُ مَاجَاءَ فِي صَلَاةِ الْحَاجَةِ، 442/1، الحديث1385، المكتبة العلمية
مسند احمد، مُسْنَدُ الشَّامِيِّينَ، حَدِيثُ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، 138/4، الحديث16789، دار إحياء التراث العربي، سنة النشر: 1414ھ/1993م
سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب في دعاء الضيف، 531/5، الحديث3578، دار الكتب العلمية

و مدارج النبوۃ ،تصانیفِ شیخِ محقق مولانا عبد الحق محدث دھلوی } و {افضل القریٰ شرح اُم القریٰ ،امام ابنِ حجر مکی } وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام وفضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام۔

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیثِ پاک کے کئی فرق لکھ کر آخر میں فرمایا ہے :"الحدیث صحیح کذافی الترغیب للمنذری" علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ نے "شواہد الحق "میں کئی اور سندات لکھی ہیں۔

اس حدیث شریف کو صحیح نہ ماننے والا گمراہ ہے کیونکہ امامانِ حدیث کا اس حدیث پاک کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔صحابہ کرام کے عقیدہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اِذن وعطا سے ہماری مشکلیں حل کرتے ہیں تبھی تو نابینا صحابی رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں اپنی اندھی آنکھوں کی مشکل کشائی کے لئے حاضر ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے اس کی مشکل کشائی فرمائی ورنہ فرماتے تُو غیر اللہ کے دروازے پر کیوں آیا؟

حضور ﷺ نے (وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ)ایک روایت میں"اِنِّی اَتَوَسَّلُ اِلَیکَ الخ "کی تصریح سے بارگاہِ حق میں وسیلہ کا سبق دیا۔وسیلہ کو شرک کہنا بے دینی ہے کیونکہ حضور ﷺ ہمیں دین سکھانے آئے تھے اگر انبیاء (علیٰ نبینا وعلیہم السلام)اور اولیاءِ کرام علیہم الرضوان کو وسیلہ بنانا شرک ہے تو پھر اس حدیث شریف کا کیا مطلب ؟

یا محمد ﷺ پکارنا بھی حضور ﷺ نے سکھایا اگر ندائے یارسول اللہ ﷺ حرام یا شرک ہوتا تو پھر رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کا کیا جواب ہو گا؟کیا (معاذاللہ)رسول اللہ ﷺ کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکالنے نہیں آئے تھے ؟ (یقیناً کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکالنے آئے تھے اور نکالا بھی) تو پھر ندائے یارسول اللہ ﷺ پر شرک وکفر کے فتوے کیسے ؟؟؟۔

اُس خوش بخت نابینا صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کی مشکل حل ہوگئی چنانچہ ابو نعیم اور امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے کہ

فقام وقد أبصر[13] (ببرکۃ محمد)

(دلائل النبوة للبيهقي كتاب جماع أبواب غزوة تبوك باب جماع أبواب دعوات نبينا)

ترجمہ : وہ نابینا صحابی رضی اللہ تعالی عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی آنکھیں رسول اللہ ﷺ کی برکت سے روشن اور نورانی ہوگئیں۔

اور یہ نہیں کہ صرف بینائی واپس ہوئی بلکہ اس کے چشم خانہ کا تمام کارخانہ ایسا بہترین بنا گویا وہ کسی زمانہ میں نابینا تھے ہی نہیں چنانچہ طبرانی شریف کی روایت میں ہے کہ "کان لم یکن بہ ضر"،گویا انہیں کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں ۔نہ صرف وقتی طور پر یہ کرشمہ دکھایا بلکہ اس نابینا صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کو دائمی طور پر مشکلات کے حل میں اجازت بخشی۔جب بھی تجھے مشکل پڑے یہی وظیفہ عمل میں لانا چنانچہ اسی روایت میں بعض محدثین نے یہ بھی روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نابینا صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کو فرمایا:

---

[13]) الدر المنثور ، تفسير سورة المنافقين ، تفسير قوله تعالى وإذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله. 352/6. الحديث: 2415.

اس کے علاوہ یہ حدیث الجامع الصغیر میں حدیث نمبر 1279 پر بھی موجود ہے۔

"ان کان لک حاجة فمثل ذلک"

ترجمہ: جب تجھے مشکل و مصیبت آئے تو ایسے ہی کر لینا یعنی ہمیں وسیلہ بھی بنانا اور مجھے پکارنا بھی۔

اس آخری جملہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ندائے یارسول اللہ ﷺ ضعیف حدیث{سے ثابت} نہیں اور نہ ہی قرب مکانی سے مقید (یعنی یہ پکارنا اور وسیلہ پیش کرنا کسی قریبی جگہ کے ساتھ خاص نہیں) بلکہ اجازت بخشی کہ جہاں بھی کوئی مشکل درپیش ہو تو یہی وظیفہ کرلے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لے کر ہمارے دور تک یہی وظیفہ معمول بہ اور مجرّب یعنی آزمایا ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین کے معمولات بعد کو عرض کروں گا۔ فقیر کا آزمودہ اور مجرّب طریقہ متعلقہ بہ روایتِ ندا پڑھیئے اور پھر اسے عمل میں لاکر اللہ تعالیٰ سے مشکل حل کرائیے۔

وظیفہ برائے حلّ مشکل

تازہ وضو کرکے دو نفل پڑھ کر سو بار دعائے مذکورہ بالا (حدیث) پڑھیں، اوّل و آخر تین بار درود شریف، پڑھتے وقت کسی سے نہ بولیں اور مسجد میں جہاں نمازِ عشاء کا آخری دوگانہ پڑھا ہے دوگانہ پڑھ کر اسی جگہ بیٹھ کر یہی وظیفہ پڑھے جب تک مشکل حل نہ ہو۔ روزانہ اس طرح پڑھا کریں۔

الحمد للہ یہ وظیفہ صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد تابعین و تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین اور اولیاء کاملین اور جملہ مسلمین کے لئے کارآمد ہے، آزمائیے اور اہلسنّت کی حقانیت کا عقیدہ مستحکم کیجئے۔

ازالۂ وھم: عوام بلکہ تعلیم یافتہ جو انگریزی تہذیب کے دلدادہ ہیں کہتے ہیں جب{سب کا} اللہ (جل جلالہ) و رسول ﷺ ایک اور دین ایک، قرآن ایک پھر جھگڑا کیسا؟ ایسے حضرات سے گزارش ہے کہ فریقین کا محبت اور عداوت کا فرق ہے جو محبت کرنے والے ہوتے ہیں وہ اپنے نبی کی عظمتوں کو دل و جان سے تسلیم کرتے اور ان کو عطا ہونے والی بے مثال شانوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کی خوبیوں کے گُن گاتے ہیں جبکہ دشمن لوگ جل بُھن کر کباب ہو جاتے ہیں اور ان کے مقام و مرتبے کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے مثلاً ابنِ اُبیّ اور اس کے منافق ساتھی اسی قماش{وضع قطع} کے لوگ تھے جب بھی کوئی ایسا حکم نازل ہوتا جس سے حضور ﷺ کی شانِ محبوبیت اور بارگاہِ اُلوہیت میں آپ کے شاندار مقام و مرتبے کا پتہ چلتا تو یہ بُری طرح منہ بگاڑ لیتے اور اندرونی کَرب{تکلیف} سے ان کے چہرے کالے سیاہ ہو جاتے، شانِ نبوت کے اظہار سے جو انہیں ذہنی صدمہ پہنچتا جب اسے نہ دبا سکتے اور دل کا بغض اور دکھ زبان پر آجاتا تو سارے تکلُّفات بالائے طاق رکھ کر اپنی تمام تر عداوت کے ساتھ سامنے آجاتے اور کھل کر اپنے غرور و تکبر، نفاق اور مخالفت کا مظاہرہ کرتے۔ اب بھی یہی کیفیت ہے آزما کر دیکھئے کہ سُنّی لوگ حضور کے کمالات سُن کر خوش ہوتے ہیں دوسرے لوگوں کو بھی دیکھا گیا کہ نہ صرف ناخوش ہوتے ہیں بلکہ لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔

قاعدہ: انسان سے کبھی گناہ سرزد ہو ہی جاتا ہے اس وقت اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ یہ گناہ معاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے گناہگاروں کو یہ حکم دیا کہ اگر وہ اپنے گناہ بخشوانا چاہتے ہیں تو اپنے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دیں خود بھی توبہ و استغفار کریں اور اپنے رسول

اللہ ﷺ سے بھی التجاء کریں کہ وہ ان کے لئے دعاءِ مغفرت کریں۔ جب اللہ کے رسول ان کے لئے دعا و اِستغفار کریں گے تو اللہ تعالٰی ان کے گناہ معاف فرمادے گا ان کی توبہ قبول کرے گا اور رحمت کے ساتھ ڈھانپ لے گا۔

عاشقین ومنافقین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کو بارگاہِ اُلوہیت میں جو مقام و مرتبہ حاصل ہے اس کی کوئی مثال ہی نہیں۔ گناہگاروں کے لئے استغفار کردیں تو ان کی بگڑی بن جاتی ہے اور قسمت سنور جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب آیت "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ الخ"[14] نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس آیت کے نزول سے خوش ہوئے انہیں بخشش کا ایک نورانی اور یقینی ذریعہ ہاتھ آگیا مگر دشمن "ابنِ اُبی" پر اس کا اُلٹا اثر ہوا اس کا نفس اتنا پلا ہوا تھا کہ یہ ربّانی حکم سُن کر بِپھر گیا اس مغرور و متکبر، گستاخ و بے ادب اور خود پرست شخص نے دربارِ رسالت ﷺ کی حاضری اور اِستغفار کی التجاء کو اپنی شان کے خلاف بلکہ اپنی ذات کی توہین کے مترادف سمجھا اور اس پر عمل کرنے سے انکار کردیا۔

بعض سمجھداروں اور حقیقت شناس لوگوں نے اسے سمجھایا کہ اب ہٹ دھرمی سے باز آجاؤ اور مخالفت کی رَوِش(طور طریقہ) ترک کردو، رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا مگر اس نے یہ خلوص بھری نصیحت قبول کرنے کے بجائے جواب دیا کہ

أَمَرْتُمُونِي أَنْ أُوْمِنَ فقد آمَنْتُ، وَاَنْ اَعْطَيَ زَكَاةً مَالِيْ فَقَدْ اَعْطَيْتُ، فَمَا بَقِيَ إِلاَّ أَنْ أَسْجُدَ لِمُحَمَّدٍ[15]

ترجمہ: تم نے مجھے حکم دیا کہ میں ان پر ایمان لے آؤں تو میں ایمان لے آیا اور یہ کہ میں اپنے مال کی زکوٰۃ دوں تو میں نے وہ بھی دے دی اب اتنی سی کسر رہ گئی ہے کہ میں محمد ﷺ کو سجدہ کروں (یہ مجھ سے نہیں ہوسکے گا)۔

اس بدقسمت نے حضور ﷺ سے دعائے مغفرت کرانے کو سجدہ کرنے سے تعبیر کیا کیونکہ اس درخواست میں اُن ذاتِ رسولِ پاک ﷺ کی عزت تھی اور ان کی عزت کرنا اِسے کسی طور پر گوارا نہیں تھا۔ چنانچہ جب بھی اِس سے کہا جاتا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی طرح تم بھی حضور کے دربار میں جاکر اِستغفار کرالو، وہ کریم ہیں دعا کردیں گے اور تمہارے گناہ معاف ہوجائیں گے تو وہ بڑے تکبّر سے جواب دیتا تھا کہ مجھے اس کی کوئی خواہش اور ضرورت نہیں۔

ما أبالي أستغفر لي أو لم يستغفر لي[16]

---

14) وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (پ ۴، سورۃالنسآء، آیت ۶۴)

15) الدر المنثور، تفسير سورة المنافقين، تفسير قوله تعالى وإذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله(5)، 500/14، مركز هجر، سنة النشر: 2003م – 1424ھ

اس کے متعصِّب اور گستاخ ساتھیوں کے اندر بھی خود پسندی اسی بد تمیزی کی حد تک موجود تھی۔ قرآن پاک نے ان کی اس کیفیت کو سورہ المنافقون میں اس طرح بیان کیا ہے:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ

{پ ۲۸ سورۃ المنافقون آیت ۵}

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

بخشش سے محروم لوگ:"ابنِ ابی"اور اس کے بے ادب گستاخ ساتھی چونکہ حضور ﷺ کے استغفار کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے اور بڑے ہی گستاخ و بے ادب اور استغفار کے منکر تھے اس لئے انہیں اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچا بلکہ جہنم کا ایندھن بنے۔

جنت کا ٹکٹ لینے والے:صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی تو تھے جنہیں رسولِ اکرم ﷺ کے ادب اور محبت وعقیدت پر جیتے جی جنت کا ٹکٹ نصیب ہوا۔

عشقِ رسول ﷺ اور بغضِ رسول کی نشانی

عشق کی نشانی ظاہر ہے کہ جسے جس سے محبت ہوتی ہے وہ اس کے کمالات و مراتب سے پھولا نہیں سماتا اور جسے جس سے بغض وعداوت ہوتی ہے وہ اس کے کمالات و مراتب سے موت کے منہ میں چلا جاتا ہے بلکہ بہانہ بنا کر کچھ کا کچھ بکتا ہے۔

فائدہ:مولوی شبیر عثمانی نے اس کی تفسیر میں لکھا بعض دفعہ جب ان منافقوں کی کوئی غلطی یا برائی صاف طور پر کُھل جاتی اور کذب وخیانت کا پردہ فاش ہو جاتا، تو لوگ کہتے کہ (اب بھی وقت نہیں گیا) آؤ!رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے اپنا قصور معاف کرالو۔ حضور ﷺ کے اِستغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطا معاف فرمادے گا تو غرور و تکبر کی وجہ سے اس پر آمادہ نہ ہوتے اور بے پروائی سے گردن ہلا کر اور سر لٹکا کر رہ جاتے بلکہ بعض بدبخت صاف کہہ دیتے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کے استغفار کی ضرورت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو روک دیا فرمایا:

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۶﴾

{پ ۲۸ سورۃ المنافقون آیت نمبر ۶}

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہر گز نہ بخشے گا بیشک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

---

16) التفسير الكبير ، سورة التوبة ، قوله تعالى استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ، ص117 ، دار الكتب العلمية بيروت سنة النشر : 2004م – 1425هـ

ترجمہ: برابر ہے اُن پر تو معافی چاہے اُن کی یا نہ معافی چاہے ہر گز نہ معاف کرے گا اُن کو اللہ بیشک اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔

حاشیہ عثمانی: یعنی اتنا دھتکارے ہوئے ہیں اگر آپ غایت رحمت و شفقت سے ان کے لئے بحالتِ موجودہ معافی طلب کریں۔ مگر اللہ کسی صورت سے ان کو معاف کرنے والا نہیں اور نہ ایسے نافرمانوں کو اُس کے ہاں سے ہدایت کی توفیق ملتی ہے۔ (حاشیہ عثمانی بر ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)[17]

محمد بہ بخشد گنہگار حق را　　　　ولے حق نہ بخشد خطائے محمدا

درگاہ کا دُھتکارا ہوا کبھی بخشا نہ جائیگا　　　　ایک سرائیکی کے شاعر نے فرمایا ہے

خدا جینکو پکڑے چھڑاوے محمد　　　　محمد دے پکڑے چُھڑا کوئی نہیں سگدا

یعنی جسے اللہ پکڑے اسے رسول اللہ ﷺ چھڑا سکتے {یعنی اُس کی سفارش کر سکتے ہیں} لیکن جسے رسول اللہ ﷺ پکڑے {یعنی جس سے حضور ناراض ہو جاویں} اُسے کوئی نہیں چھڑا سکتا۔[18] اس کا مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پکڑا ہوا حضور چھڑا لینگے۔[19]

حضور پر شرک کا فتوی: {معاذاللّٰہ}

حضور ﷺ کا ہر اعلیٰ معاملہ منافقوں کی نظر میں عیب ہی عیب نظر آتا تھا اسی لئے بعض اوقات آپ کو مشرک کہنے سے بھی نہیں رکتے تھے چنانچہ "روح البیان، پارہ ۵ آیت" مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ [پ۵ سورۃ النسآء آیت ۸۰] کے تحت لکھا ہے کہ جب حضور نے اعلان فرمایا کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور جو میری اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ یہ حکم سُن کر منافقین نے کہا نبی مشرک ہو گئے (معاذاللہ) اس لئے کہ وہ غیر اللہ سے روکتے ہیں اور پھر وہ خود خدا بننے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہمیں نصاریٰ کی طرح شرک میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں کہ جب اُنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا ہم انہیں بنالیں۔[20] اُن کے رد میں یہی آیت شریف اُتری:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ.

ترجمہ: جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

---

17) تفسیرِ عثمانی از شبیر احمد عثمانی، سرخی: ان منافقین کے لئے معافی نہیں، سورۃ المنافقون 6، 699/3، دار الاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان

18) یعنی جسے گناہوں کے سبب آگ میں ڈالا گیا تو حضور اُس کی شفاعت کرکے اللہ سے اُس کی بخشش کروالیں گے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔

بقولِ شاعر:　نہ اُٹھ سکے گا قیامت تلک خدا کی قسم　　جسے مصطفےٰ نے نظروں سے گرا کے چھوڑ دیا

19) حضرت عمران بن الحصین روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: یخرج قوم من النار بشفاعة محمد صلى الله عليه وسلم فيدخلون الجنة يسمون الجهنميين

یعنی میری شفاعت کی وجہ سے ایک قوم کو جہنم سے نکالا جائے گا ان کا نام جہنمین رکھا جائے گا۔

صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، 2401/5، الحديث 6198، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414ھ/1993م

سنن الترمذي، كتاب صفة جهنم، 616/4، الحديث: 2600، دار الكتب العلمية

اسی طرح ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ (مدنی)

20) تفسیر روح البیان، النساء 80، 248/2، دار الفکر بیروت

اس لئے کہ حقیقی حاکم و آمر وہی ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی عاقبت بھی برباد کر دی اور سخت عذاب کی وعید سُنائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [پ۵، سورۃ النسآء، آیت ۱۴۵]

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔

اور نہ صرف انہیں جہنم کی وعید سنائی بلکہ اُن کے انجام کی بربادی کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نمازِ جنازہ سے بھی منع فرمادیا بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کی قبروں پر جانے سے بھی روک دیا۔

کماقال اللّٰہ تعالیٰ : وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ [پ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت ۸۴] (21)

یعنی اور ان کے کسی کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو اور نہ ہی ان کی قبروں پر جاؤ۔ (مفہوم المعنیٰ)

چنانچہ ظاہر ہے کہ منافقین مر مٹ گئے اس وقت ان کی قبور کا نشان تک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ تاقیامت جاری فرمادیا کہ منافقین کے وارثین بھی ایسی سزا بھگت رہے ہیں اور مرنے کے بعد کی سزا و عذاب تو نصِ قرآنی سے بیان ہو چکی ہیں۔ اہلِ اسلام کو معلوم ہے کہ مزارات و قبور کی عزت و احترام صرف اور صرف اہلسنّت کا نہ صرف معمول ہے بلکہ ان کے احترام و اعزاز میں جان کی بازی لگادیتے ہیں اور بدمذہبوں کی نمازِ جنازہ میں شمولیت کو تو ایمان کے لئے زہر قاتل سمجھتے ہیں۔ آزما کر دیکھئے اگر علماء و مشائخ میں سے کوئی بھی ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرے تو اِس پر سخت سے سخت ملامت کا نشانہ بنتے ہیں اور عوام اہلِ فہم ان سے نفرت کرتے ہیں۔ ہمارے دور میں ہمارے ایک عالمِ دین نے بوجہِ مصلحت ایک دیوبندی کی نمازِ جنازہ دیوبندی امام کے پیچھے پڑھ لی ایک عرصہ تک پاک و ہند میں ان کے بارے میں اہلسنّت کچھ کا کچھ کہتے رہے۔

اور ایسے (وارثینِ منافقین) کی قبور کا حال تو زبوں سے زبوں تر {بہت ہی برا} ہے۔ اس کے متعلق حالات جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے، فقیر صرف چند نمونے عرض کرتا ہے۔

دانا را اشارہ کافی است۔ {دانا و عقل مند شخص کے لیے اِشارہ ہی کافی ہوتا ہے}

---

21) اِس آیت کے تحت حکیم الامت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی درج ذیل مسائل ذکر فرماتے ہیں:

اس آیت میں سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو منافقین کے جنازے کی نماز اور ان کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافِر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافِر کی قبر پر دفن و زیارت کے لئے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے

مسئلہ: فاسق کے جنازے کی نماز جائز ہے اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے اور اس پر عُلَماءِ صالحین کا عمل اور یہی اہلِ سنّت و جماعت کا مذہب ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے مسلمانوں کے جنازے کی نماز کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے اور اس کا فرضِ کفایہ ہونا حدیثِ مشہور سے ثابت ہے۔

مسئلہ: جس شخص کے مؤمن یا کافِر ہونے میں شبہ ہو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے۔

مسئلہ: جب کوئی کافِر مر جائے اور اس کا ولی مسلمان ہو تو اس کو چاہیئے کہ بطریقِ مسنون غسل نہ دے بلکہ نجاست کی طرح اس پر پانی بہادے اور نہ کفنِ مسنون دے بلکہ اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے سِتر چھپ جائے اور نہ سنّت طریقہ پر دفن کرے اور نہ بطریقِ سنّت قبر بنائے صرف گڑھا کھود کر دبادے۔ (خزائن العرفان)

مولوی اشرف علی تھانوی کی زبوں حالی

یہ صاحب دیوبندیوں کا چودھویں صدی کا مجدد اور بیمارِ اُمت، دیوبندیت کا حکیم تھا اور مسلکِ دیوبندیت کا عظیم مصنف وغیرہ وغیرہ۔ اس کی سوانحِ عمری اور تصانیف سے اس کی گستاخیاں بہت زیادہ ہیں۔ امام احمد رضا محدّث بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے بہت کچھ سمجھایا، کئی بار خطوط لکھے، رجسٹریاں بھیجیں لیکن اس نے ایک نہ مانی بلکہ اُلٹا اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلاف محاذ بنایا۔ کئی مولوی اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلاف زہر اُگلنے پر مقرّر کئے لیکن کچھ نہ بنا۔ بالآخر مرا تو کیسے مرا (واللہ اعلم) لیکن اس کی قبر کی ذلّت وخواری بتاتی ہے کہ یہ انہی میں سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ [پ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۸۴]

ترجمہء کنزالایمان: اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

اب پڑھیئے اس کی قبر کی زبوں حالی کی اخبارات میں خبر۔

تبصرہ: اخبارات کے بیان پر حضرت علامہ سید وجاہت رسول شاہ صاحب مدظلہ 'العالی کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

مزار بے چاروبے کار کا قصہ

مبصر: سید وجاہت رسول قادری

۱) قبر پر گنبد (عمارت) بنانا یا قبر کو پختہ کر کے مزار بنانا ناجائز ہے۔

۲) قبر پر فاتحہ / میلاد پڑھنا ناجائز ہے۔

(مفتی کفایت اللہ دھلوی دیوبندی، کفایت المفتی، جلد ۱، صفحہ ۲۳۶، ۲۴۲، دار الاشاعت کراچی ۲۰۰۱)

علمائے دیوبند کا بشمول اشرف علی تھانوی کے، پختہ قبر کی تعمیر اور مزار پر حاضری اور ایصالِ ثواب کے حوالے سے یہ متفقہ اور واضح فتویٰ ہے لیکن اس واضح فتویٰ کے باوجود دیوبندیوں کے شیخ مولوی اشرف علی تھانوی کو خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کی عمارت میں دفن کیا گیا اور اس پر "پختہ مزار" اور قبہ بھی تعمیر کیا گیا جہاں دیوبندی حضرات بشمول مہتمم و مجاور مولوی نجم الحسن تھانوی کے، حدیث ''لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ'' [22] کی مخالفت کرتے ہوئے

---

22) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَسْجِدِ الأَقْصَى۔

صَحِيحُ البُخَارِي، كِتَابُ فضل الصَّلوٰة، باب فَضْلِ الصَّلاَةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، 398/1، الحديث: 1132، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414ھ/1993م

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا؛ کجاوے نہ باندھے جائیں مگر صرف تین مساجد کے لئے، مسجد حرام (خانہ کعبہ)، مسجد رسول (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)۔ مدنی

معمول کے مطابق حصولِ برکت کے لئے روزانہ حاضری دیتے تھے۔ایک اخباری اطلاع(روزنامہ جنگ)کراچی ،مورخہ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۶،روزنامہ اُمت کراچی،مورخہ ۲۰ دسمبر ۲۰۰۶ کے مطابق کسی "شرپسند" یا" دہشت گرد "نے درج بالا دیوبندی فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے ان کی "پختہ مزار "اور خانقاہ کے احاطے ،ان کے بھائی مظہر علی "خان بہادر"(جو برطانوی دورِ حکومت میں انگریزوں کے سی،آئی،ڈی ایجنٹ تھے)،ان کی اہلیہ ،ان کے "خلیفہ"اور سابق مہتمم و مجاور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ مولوی ظہورالحسن اور خاندان کے چند دیگر افراد کی قبروں کو مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا اور قبروں کو بُری طرح کھود ڈالا اور وہاں سوا گڑھے کے کچھ نہ چھوڑا یعنی ہڈیاں تک بھی اُٹھالے گئے۔

اس طرح مجاورِ خانقاہِ تھانویہ کی ذرا سی کوتاہی نے جناب اشرف علی تھانوی صاحب کی مٹی تو خراب کی ہی لیکن اس طرح وہ خود اپنی بھی مٹی خراب کر بیٹھے،جب مٹی کی بات چل نکلی ہے تو دیوبندیوں کے امام اسماعیل دہلوی صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو جائے۔وہ لکھتا ہے کہ معاذ اللہ انبیاء کرام بھی "مرکر مٹی میں مل جاتے ہیں "تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اشرف علی تھانوی صاحب **مَعَاذَاللہ ثُمَّ مَعَاذَاللہ** انبیاء کرام سے بڑھ کر تھے ؟کہ ان کی قبر میں مٹی کے ڈھیر کے علاوہ کچھ اور بھی بچا ہو !۔ بہرحال اپنی جھینپ {شرمندگی}مٹانے کے لئے نجم الحسن تھانوی صاحب نے اس عمل کو "مزار "کی بے حُرمتی قرار دیتے ہوئے حکومتِ ہند سے سخت احتجاج کیا ہے اور ہندو دہشت گرد تنظیم آر،ایس،ایس (راشٹریا سیوک سنگھ)کو اس "گھناؤنے"کام کا ذمہ دار ٹھہرا کر مجرموں کو قرارِ واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔

تعجب انگیز امر یہ ہے کہ جب ۱۴۲۶ھ میں نجدیوں نے جنت المعلیٰ،جنت البقیع،شہدائے اُحد اور طائف میں صحابہ کرام رِضوانُ اللہِ عَلَیہم اَجمعین ،تابعین، تبع تابعین،ائمہ کرام، اہلِ بیت ،جید افرادِ اُمتِ محمدیہ ، محدّثین ،فُقہاء اور صُلَحائے اُمّت کے مزارات تاخت و تاراج {تباہ وبرباد اور تہس نہس }کئے اور ان پر گدھوں کے ہل چلوائے (معاذ اللہ)اُس وقت دیوبندی اُمت کے تمام علماء مہرِلب{خاموش} تھے بلکہ اُنھوں نے نجدیوں کے بادشاہ کو فتح مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ پر مبارکباد کے خطوط اور تار روانہ کئے تھے ۔(حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو:تبلیغی جماعت،مصنف علامہ ارشد القادری صفحہ نمبر 76،کتب خانہ حاجی نیاز احمد،ناشران تاجران کتب اندرون بوہڑ گیٹ ملتان)۔اُمتِ محمدیہ کے ان نہایت مقدس بزرگ و برتر شخصیات کے مزارات کے انہدام سے دیوبندیوں کے جذبہ ایمانی کو تو کوئی ٹھیس نہ پہنچی تھی پھر آج "غیر معروف مزارات"کے اُکھاڑ دینے پر واویلا کیسا؟بہت سے لوگوں کو تو یہ خبر پڑھ کر بھی حیرت ہوئی کہ ان حضرات کے بھی مزارات ہوسکتے ہیں کہ جنہوں نے زندگی بھر مزار تعمیر کرنے کو حرام اور مزاراتِ اولیاء پر حاضری دینے والوں کو "مزارپرست"،"قبروں کے پجاری"کہہ کر مشرک ہونے کے فتویٰ جارے کئے۔

ایں چہ شوریست کہ در٬ دورِقمر می بینم [23]

ادھر پاکستان میں تھانوی صاحب کے کچھ متبعین یہ شور مچارہے ہیں کہ تھانوی صاحب تحریکِ پاکستان کے عظیم رہنما تھے اس لئے حکومتِ پاکستان کو اس واقعہ پر ہندوستان سے احتجاج کرنا چاہیئے۔اس سلسلے میں انہی کے ہم مسلک ڈاکٹر سلمان شاہجہانپوری کا حوالہ یہاں بطور گھر کی گواہی کافی ہوگا کہ ڈاکٹر سلمان شاہجہان پوری ،دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد احمد ابنِ قاسم نانوتوی کی طرف سے انگریز گورنر یوپی کے خطبہ استقبالیہ کے متن کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

غور فرمایئے یہ (دیوبندی) حضرات نصیب کی یاوری پر فخر کررہے ہیں اور کس زندگی کو "گمنامی اور تاریکی کی قعرِ مذلّت (اِنتہائی ذلّت)" قرار دے رہے ہیں؟علوم وفنونِ اسلامی کی تعلیم و تدریس اور اس کی اشاعت کو؟ صبح وشام "قال اللہ عزّوجلّ و قال الرّسول ﷺ کے ورد کو؟ اعمالِ اسلامی کو؟اور کس چیز کو "باعثِ ممنونیت (اِحسان مندی) و سعادت" قرار دے رہے ہیں؟(انگریزوں کی خوشامد اور غلامی کو؟)مزید حیرت اس بات پر ہے کہ ان کے اَخلاف {بعد میں آنے والوں یااولاد} کا دعویٰ ہے کہ ملک کی آزادی کی جنگ میں ان کا حصہ ہے اور پاکستان کا قیام ان کی کوششوں کا رہینِ منّت {شکر گزار یا احسان مند}ہے۔"تحقیقی مقالہ مولانا عبید اللہ سندھی کا دیوبندی سے اخراج،پس منظر کے واقعات پر ایک نظر۔(ماہنامہ الولی،حیدرآباد،سندھ،اگست ۱۹۹۱ء تانومبر ۱۹۹۱ء)

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دیوبندی علماء و اسکالرز اپنے عظیم عالم اشرف علی تھانوی صاحب کے بابائے قوم کے نام لکھے گئے جس خط کو علمائے دیوبند کی تحریک پاکستان میں مثبت کردار کے ثبوت کے لئے بطورِ سند استعمال کرتے چلے آئے ہیں وہ بھی انہی کے ایک محقق جناب پروفیسر محمد شمیم غازی تھانوی،مقیم کراچی کی تحقیق کے مطابق قطعی جعلی ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو،روزنامہ جنگ،کراچی مورخہ ۲۴ اپریل ۲۰۰۵ئ،کالم "روزنِ دیوار سے"۔کالم نگار:عطاء الحق قاسمی)

نوٹ؛(محترم قارئین!حقیقت جاننے کے لئے کتاب "تحریکِ پاکستان میں علمائے اہلسنت کا کردار" (از اُویسی) کا مطالعہ فرمائیں۔)

مزارِ تھانوی کے مجاور نے مزید ستم یہ ڈھایاہے کہ اب جبکہ قبروں کی جگہ بقول ان کے صرف گڑھے رہ گئے ہیں تو وہ ان خالی گڑھوں پر دوبارہ جھوٹی اور جعلی قبریں اور مزارات بنارہے ہیں تو اب کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند اس مسئلہ میں؟

حیرت کی بات یہ ہے کہ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۶ (ہفتہ اور اتوار کی شب) یہ چھ قبروں اور احاطہ کی مسماری اور باقاعدہ کھدائی کی کاروائی یقیناً ایک درجن سے زائد تجربہ کار مزدوروں نے کی ہوگی لیکن اس کی کانوں کان خبر نہ پڑوس میں رہنے والے مجاور، مہتمم صاحب کو ہوئی اور نہ اردگرد کے لوگوں کو ہوئی اور نہ ہی اتنی بڑی جماعت کو مع اوزار،کدال،بیلچہ وغیرہ آتے ہوئے اور بھاگتے ہوئے کسی نے دیکھا۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنے والے "شرپسند "گھر کے ہی بھیدی تھے اس لئے وہ پہچانے نہیں گئے اور وہ بڑے اطمینان سے اپنی کاروائی کرکے "فاتحانہ "انداز میں چہل قدمی کرتے ہوئے اپنے "حجروں" چلے گئے۔

ہم اہلسنّت وجماعت تو ابتداء ہی سے مومن کی عزّت و حرمت اور مزاراتِ اولیاء اور مومن کی قبر کے تقدُّس کے قائل ہیں۔

ہمیں جناب نجم الحسن صاحب سے بھی ہمدردی ہے کہ ان کی خانقاہ کو ظلم و بربریت کے ساتھ اُجاڑ کر ان کو بے روزگار کردیا گیا لیکن اس کے علاوہ اور ہم کہہ بھی کیاسکتے ہیں کہ ایں ہمہ آوردۂ تست!اور پھر یہ کہ:ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی!

ابوالکلام آزاد کی قبر کا حالِ زار

ابو الکلام آزاد دیوبندیوں کا امام و مقتدا تو ہے ہی لیکن ہندو حکومت کا وزیرِ تعلیم رہا ہے۔ مرنے کے بعد اس کی قبر کسی احاطہ میں بنائی گئی لیکن قدرت کی سزا احاطوں کو نہیں دیکھتی۔ ابوالکلام آزاد کے متعلق اخبارات میں آیا تھا اس کے پرستاروں نے حکومتِ ہند کو اپیل کی کہ لوگ ابوالکلام کی قبر کے ارد گرد کوڑا کرکٹ اور گندگی پھینکتے ہیں۔ لوگوں کو اس غلط حرکت سے روکا جائے اور قبرِ آزاد کو محفوظ کیا جائے۔

مولوی عطاء اللّٰہ بخاری

دیوبندیوں کا ایک عظیم مقتدا اور رہبر تھا۔ فقیر نے اس کا دور دیکھا ہے اس کی تقریر اور قرآن خوانی کے لئے عوام پروانہ وار جمع ہو جاتے تھے۔ اس کے مرنے کے بعد اسے ملتان شریف کے ایک گورستان میں دفن کیا گیا چندماہ بعد اخبارات میں دیوبندیوں کی فریادو زاری پڑھی گئی کہ بخاری صاحب کی قبر کے ارد گرد بھنگ نوشوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں اور قبر کی بے حرمتی ہو رہی ہے وہ اس طرح کہ بھنگ نوشوں کو پیشاب کا غلبہ ہو تا ہے تو وہ نہیں دیکھتے کہ کہاں اور کس کے سامنے اور کیسے پیشاب کر رہے ہیں۔ "روحُ البیان" میں ہے کہ سردی کے موسم میں بھنگ نوش رات کو پیشاب کرنے بیٹھا چونکہ تازہ پیشاب گرم ہوتا ہے، بھنگ نوش کا ہاتھ اپنے پیشاب پر پڑا تو گرم پیشاب ہاتھ سے لے کر چہرے پر ملتے ہوئے کہا واہ مولیٰ کریم! کہ ایسی سخت سردی میں مجھے گرم پانی سے نوازا۔ جب فقیر نے یہ خبر پڑھی تو کہا کہ یہ اللہ والوں کی گستاخی کا صلہ ہے۔ مولوی عطاء اللہ بخاری کی ایک گستاخانہ تقریر کا نمونہ جاننے کے لیے "بابا گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ کا جنتی دروازہ" تصنیفِ فقیر اُویسی غفرلہٗ کا مطالعہ کیجئے۔

مولوی غلام خان

یہ بھی ہمارے دور کا منہ پھٹ گستاخ تھا اس لئے اس کی موت بھی آئی تو ذلت وخواری نے اس کی خوب خبر لی۔ اس کی داستان اخبارات میں شائع ہوئی تفصیل فقیر کی تصنیف "گستاخوں کا بُرا انجام" (جلد دوم) میں ہے۔ اس کی قبر کا بھی بُرا حال ہے کہ یہاں بجائے قرآن خوانی کے غلط قسم کے کھیل تماشہ کی بزم سجی رہتی ہے، اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔ طوالت سے بچ کر انہی پر اکتفاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(آمین بجاہ حبیبہ سیدالمرسلین صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ   ۹، محرم الحرام، ۱۴۲۸ھ